

## قَالَ الْمَلَأُ ۙ

## الْأَنْفَالِ ۙ

ہوں۔ ہاں البتہ یہ قرآن جو میرے پاس آیا ہے۔ یہ بجائے خود ایک بہت بڑا معجزہ ہے، اس میں تمہارے رب کی طرف سے بصائر (دلائل و براہین) اور ہدایت و رحمت ہے۔ بشرطیکہ کوئی ایمان لائے۔

۲۰۴- ﴿وَإِذْ قَرِئَ الْقُرْآنُ فَأَسْتَمِعُوهُ اللَّهُ وَانصَبُوا الْعَلَمُ تَزْحَمُونَ ۙ

اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو (۱)۔

۲۰۴- یہ ان کافروں کو کہا جا رہا ہے، جو قرآن کی تلاوت کرتے وقت شور کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے ﴿لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَغُوا فِيهِ﴾ (حُم السجدة ۲۶) یہ قرآن مت سنو اور شور کرو، ان سے کہا گیا کہ اس کی بجائے تم اگر غور سے سنو اور خاموش رہو تو شاید اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت سے نواز دے۔ اور یوں تم رحمت الہی کے مستحق بن جاؤ۔

۲۰۵- ﴿وَإِذْ كُرِّرْتُ رَبِّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ۙ

اور اپنے رب کی یاد کیا کرا اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں سے مت ہونا۔

۲۰۶- ﴿إِنَّ الزَّيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۙ السجدة ۙ

یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

سُورَةُ الْأَنْفَالِ ۙ یہ سورت مدنی ہے اس میں (۷۵) آیات اور (۱۰) رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۙ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

۱- يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَأَتَقُوا اللَّهَ وَاصْلِحُوا

ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں (۱) آپ فرمادیجئے! کہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں (۲) سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو (۳)۔

۱- أَنْفَالٌ، نَفْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی زیادہ کے ہیں، یہ مال و اسباب کو کہا جاتا ہے، جو کافروں

کے ساتھ جنگ میں ہاتھ لگے، جسے غنیمت بھی کہا جاتا ہے اس (نفل) (زیادہ) اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ان چیزوں میں سے ایک ہے جو کچھلی امتوں پر حرام تھیں۔ یہ گویا امت محمدیہ پر ایک زائد چیز حلال کی گئی ہے اس لئے کہ یہ جہاد کے اجر سے (جو آخرت میں ملے گا) ایک زائد چیز ہے جو بعض دفعہ دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔

۲- یعنی اس کا فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں۔ اللہ کے رسول، اللہ کے حکم سے اسے تقسیم فرمائے گا۔ نہ کہ تم آپس میں جس طرح چاہو تقسیم کر لو۔

۳- اس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ تینوں باتوں پر عمل بغیر ایمان مکمل نہیں۔ اس سے تقویٰ، اصلاح

ذات الہمیں اور اللہ اور رسول کی اطاعت کی اہمیت واضح ہے خاص طور پر مال غنیمت کی تقسیم میں ان تینوں امور پر عمل نہایت ضروری ہے کیونکہ مال کی تقسیم میں باہمی فساد کا بھی شدید اندیشہ رہتا ہے اس کے علاج کے لئے اصلاح ذات الہمیں پر زور دیا۔ ہیرا پھیری اور خیانت کا بھی امکان رہتا ہے حکم دیا۔ اس کے باوجود بھی کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کا حل اللہ اور رسول کی اطاعت میں مضمر ہے۔

۴- إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمُ الْآيَاتُ

زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

## قَالَ الْمَلَأُ ۹

## الانفال ۸

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈرجاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (۱)

۲۔ ان آیات میں اہل ایمان کی ۴ صفات بیان کی گئی ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں نہ کہ صرف اللہ کی یعنی قرآن کی ۲۔ اللہ کا ذکر سن کر، اللہ کی جلالت و عظمت سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں ۳۔ تلاوت قرآن سے ایمانوں میں اضافہ ہوتا ہے (جس سے معلوم ہوا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے، جیسا کہ محدثین کا مسلک ہے) ۴۔ اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ توکل کا مطلب ہے ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی اسباب سے اعراض و گریز بھی نہیں کرتے کیونکہ انہیں اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے، لیکن اسباب ظاہری کو ہی نہیں سب کچھ ہی نہیں سمجھ لیتے بلکہ ان کا یہ یقین ہوتا ہے کہ اصل کار فرما مشیت الہی ہی ہے، اس لئے جب تک اللہ کی مشیت بھی نہیں ہوگی، یہ ظاہری اسباب کچھ نہیں کر سکیں گے اور اس یقین اعتماد کی بنیاد پر پھر وہ اللہ کی مدد و اعانت حاصل کرنے سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہوتے۔ آگے ان کی مزید صفات کا تذکرہ ہے اور ان صفات کے حاملین کے لئے اللہ کی طرف سے سچے مومن ہونے کا سرٹیفیکیٹ اور مغفرت و رحمت الہی اور رزق کریم کی نوید ہے جَعَلْنَا اللَّهُ مِنْهُمْ (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شمار فرمائے)

۳۔ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۵ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

۴۔ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَوَكِّلُونَ ۵ حَقَّ لَهُمْ دَرَجَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ ۵ وَ رِزْقٌ كَرِيمٌ ۵ کچھ ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کی بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت اور عزت کی

## قَالَ الْمَلَأُ ۙ

## الأنفال ۸

روزی ہے۔

۵- کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ مَبِيتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُوْنَ ه  
جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ آپ کو روانہ کیا (۱) اور مسلمانوں کی ایک  
جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی (۲)

۵- یعنی جس طرح مال غنیمت کی تقسیم کا معاملہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا باعث بنا ہوا تھا، پھر  
اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حوالہ کر دیا گیا تو اسی میں مسلمان کی بہتری تھی، اسی طرح آپ کا  
مدینہ سے نکلنا اور پھر آگے چل کر تجارتی قافلے کی بجائے لشکر قریش سے مد بھڑ ہونا، کول بعض طبائع کے  
لئے ناگوار تھا، لیکن اس میں بھی بلاخر فائدہ مسلمانوں ہی کا ہوگا۔

۵- یہ ناگواری لشکر قریش سے لڑنے کے معاملے میں تھی، جس کا اظہار چند افراد کی طرف سے ہوا اور اس  
کی وجہ بھی صرف بے سروسامانی تھی۔ اس کا تعلق مدینہ سے نکلنے سے نہیں ہے۔

۶- يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ه  
وہ اس حق کے بارے میں، اس کے بعد کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا (۱) آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ  
گویا کوئی ان کی موت کی طرف ہانکنے کے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں (۲)

۶- یعنی یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ قافلہ تونچ کر نکل گیا ہے اور اب لشکر قریش ہی سامنے ہے جس سے لڑائی  
ناگزیر ہے۔

۶- یہ بے سروسامانی کی حالت میں لڑنے کی وجہ سے بعض مسلمانوں کی جو کیفیت تھی اس کا اظہار ہے۔

۷- وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّغَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ  
تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ه  
اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو! جب کہ اللہ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتا تھا کہ

## قَالَ الْمَلَأُ ۙ

## الأنفال ۸

تمہارے ہاتھ آجائے گی (۱) اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آجائے (۲) اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور ان کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

۷-۱ یعنی یا تو تجارتی قافلہ تمہیں مل جائے گا، جس سے تمہیں بغیر لڑائی کے وافر مال و اسباب مل جائے گا، بصورت دیگر لشکر قریش سے تمہارا مقابلہ ہوگا اور تمہیں غلبہ ہوگا اور مال غنیمت ملے گا۔

۷-۲ یعنی تجارتی قافلہ، تاکہ بغیر لڑے مال ہاتھ آجائے۔

۸-۳ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۙ تاکہ حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں (۱)

۸-۴ لیکن اللہ اس کے برعکس یہ چاہتا تھا کہ لشکر قریش سے تمہاری جنگ ہوتا کہ کفر کی قوت و شوکت ٹوٹ جائے گو یہ امر مجرموں (مشرکوں) کے لئے ناگوار ہی ہو۔

۹-۵ اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اِنِّي مُّمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرَدِّ فِئْنَ ۙ اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے (۱)۔

۹-۶ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی، جب کہ کافر اس سے تین گنا (یعنی ہزار کے قریب تھے پھر، مسلمانوں نہتے اور بے سروسامان تھے جب کہ کافروں کے پاس اسلحے کی بھی فروانی تھی۔ ان حالات میں مسلمانوں کا سہارا صرف اللہ کی ذات ہی تھی، جس سے وہ گڑگڑامد کی فریادیں کر رہے تھے۔ خود نبی کریم ﷺ الگ ایک خیمے میں نہایت الحاج و زاری سے مصروف دعا تھے (صحیح بخاری) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعائیں قبول کیں اور ایک ہزار فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے مسلسل لگاتار مسلمانوں کی مدد کے لئے آگئے۔

۹-۷ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ اِلَّا بُشْرٰی وَّلِتَطْمِئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط

قَالَ الْمَلَأُ ۙ

الأنفال ۸

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ ۵ ع

اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے (۱) جو کہ زبردست حکمت والا ہے (۱)۔

**۱۰۱** یعنی فرشتوں کا نزول تو صرف خوش خبری اور تمہارے دلوں کے اطمینان کے لئے تھا ورنہ اصل مدد تو اللہ کی طرف سے تھی، جو فرشتوں کے بغیر بھی تمہاری مدد کر سکتا تھا، تاہم اس سے یہ سمجھنا بھی صحیح نہیں کہ فرشتوں نے عملاً جنگ میں حصہ نہیں لیا، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ میں فرشتوں نے عملی حصہ لیا اور کئی کافروں کو انہوں نے تہ تیغ (صحیح بخاری)۔

**۱۰۲** اِذْ يُغَشِّيكُمُ النَّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ كُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ ۵

اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے (۱) اور تم پر آسمان سے پانی برس رہا تھا کہ اس پانی کے ذریعے سے تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے (۲) اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جمادے (۳)

**۱۰۳** جنگ احد کی طرح جنگ بدر میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اونگھ طاری کر دی، جس سے ان کے دلوں کے بوجھ ہلکے ہو گئے اور اطمینان و سکون کی ایک خاص کیفیت ان پر طاری ہو گئی۔

**۱۰۴** تیسرا انعام یہ کیا کہ بارش نازل فرمادی، جس سے ایک تو ریتیلی زمین میں نقل و حرکت آسان ہو گئی دوسرے وضو و طہارت میں آسانی ہو گئی، تیسرے اس سے شیطانی وسوسوں کا ازالہ فرما دیا جو اہل ایمان کے دلوں میں ڈال رہا تھا کہ تم اللہ کے نیک بندے ہوتے ہوئے بھی پانی سے دور ہو، دوسرے جنابت کی حالت میں تم لڑو گے تو کیسے اللہ کی رحمت و نصرت تمہیں حاصل ہوگی؟ تیسرے تم پیاسے ہو، جب کہ تمہارے دشمن سیراب ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

قَالَ الْمَلَأُ ۙ

الأنفال ۸

۱۱-۳ یہ چوتھا انعام ہے جو دلوں اور قدموں کو مضبوط کر کے کیا گیا۔

۱۲-۳ اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلَائِكَةِ اَنْ يَّ مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَالِقِيْ فِى قُلُوْبِ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرَّعْبِ فَاَضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاصْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۙ

اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں (۱) سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے

پور پور کو مارو (۲)

۱۲-۱ یہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے سے اور خاص اپنی طرف سے جس جس طریقے سے مسلمانوں کی بدر میں مدد فرمائی اس کا بیان ہے۔

۱۲-۱ بَنَانٍ - ہاتھوں اور پیروں کے پور۔ یعنی ان کی انگلیوں کے اطراف (کنارے)، یہ اطراف کاٹ دیئے جائیں تو ظاہر ہے کہ وہ معزور ہو جائیں گے۔ اس طرح وہ ہاتھوں سے تلوار چلانے کے اور پیروں سے بھاگنے کے قابل نہیں رہیں گے۔

۱۳-۳ اِنَّ لَكَ بِاَنَّهُمْ شَا قُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ مَنۢ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدٌ

الْعِقَابِ ۙ

یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

۱۴-۳ اِنَّ لَكُمْ فَرْوًا قُوْهُ وَاَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۙ

سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔

۱۵-۳ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَ الْقَيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۙ

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ، تو ان سے پشت مت پھیرنا (۱)

۱۵- رَحْفَا کے معنی ہیں ایک دوسرے کے مقابل اور دو بدو ہونا۔ یعنی مسلمان اور کافر جب ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوں تو پیٹھ پھیر کا بھاگنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے

أَجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤَبَّاتِ ۖ سِتُّ هَلَاكُ كَرْدِيْنَ وَالْأُخْرَىٰ سَبْعُ نِسْوَاتٍ مِّنَ نِّسْوَاتِ مَنْ يَتَّبِعُ

وَأَتَوَلَّىٰ يَوْمَ الذَّحْفِ ۗ (مقابلے والے دن پیٹھ پھیر جانا ہے)

۱۶- وَمَنْ يُؤَلِّهِمْ يَوْمَ مَيْزِدُ بَدْرَةَ إِلَّا مُتَحَرِّرًا فَلِإِقْتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۙ

اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینتر ابدلنا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ کل لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے (۱) باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے (۲)۔

۱۶- گزشتہ آیت میں پیٹھ پھیرنے سے جو منع کیا گیا ہے، دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ایک تحرف کی دوسری تحیز کی تحرف کے معنی ہیں ایک طرف پھر جانا، یعنی لڑائی میں جنگی چال کے طور پر یا دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے لڑتا لڑتا ایک طرف پھر جائے، دشمن یہ سمجھے کہ شاید یہ شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہا ہے لیکن وہ پھر ایک دم پینتر ابدل کر چاچا نک دشمن پر حملہ کر دے۔ یہ پیٹھ پھیرنا نہیں ہے بلکہ یہ جنگی چال ہے جو بعض دفعہ ضروری ہوتی ہے۔ تَحْيِزُ کے معنی ملنے اور پناہ لینے کے ہیں، کوئی مجاہد لڑتا لڑتا تنہا رہ جائے تو یہ لطائف الحیل میدان جنگ سے ایک طرف ہو جائے، تاکہ وہ اپنی جماعت کی طرف پناہ حاصل کر سکے اور اس کی مدد سے دوبارہ حملہ کرے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

۱۶- یعنی مذکورہ دو صورتوں کے علاوہ کوئی شخص میدان جنگ سے پیٹھ پھیرے گا، اس کے لئے سخت وعید ہے۔

۱۷- فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ وَلِيُبْلِيَ



قَالَ الْمَلَأُ ۙ

الْأَنْفَالِ ۙ ۘ

الْمُتُو مِينَئِنَّ مِنْهُ بَلَاءٌ حَسَنًا ط إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۙ

سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ (۱) اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی (۲) تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے (۳) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

۱-۱۷ یعنی جنگ بدر کی ساری صورت حال تمہارے سامنے رکھ دی گئی ہے اور جس جس طرح اللہ نے تمہاری وہاں مدد فرمائی، اس کی وضاحت کے بعد تم یہ نہ سمجھ لینا کہ کافروں کا قتل، یہ تمہارا کارنامہ ہے نہیں، بلکہ یہ اللہ کی اس مدد کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے تمہیں یہ فتح حاصل ہوئی اس لئے دراصل انہیں قتل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

۲-۱۷ جنگ بدر میں نبی ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کافروں کی طرف پھینکی تھی، جسے ایک تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مونہوں اور آنکھوں تک پہنچا دیا اور دوسرے، اس میں یہ تاثیر پیدا فرمادی کہ اس سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور انہیں کچھ سمجھائی نہیں دیتا تھا، یہ معجزہ بھی، جو اس وقت اللہ کی مدد سے ظاہر ہوا، مسلمانوں کی کامیابی میں بہت مددگار ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے پیغمبر! کنکریاں بے شک آپ نے پھینکی تھیں، لیکن اس میں تاثیر ہم نے پیدا کی تھی، اگر ہم اس میں یہ تاثیر پیدا نہ کرتے تو یہ کنکریاں کیا کر سکتی تھیں؟ اس لئے یہ بھی دراصل ہمارا ہی کام تھا نہ کہ آپ کا۔

۳-۱۷ بلاء یہاں نعمت کے معنی میں ہے۔ یعنی اللہ کی یہ تائید و نصرت، اللہ کا انعام ہے جو مومنوں پر ہوا۔

۴-۱۸ ذٰلِكُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ مُؤْتِيْهِمْ كَيْدَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ

(ایک بات تو) یہ ہوئی اور (دوسری بات یہ ہے) اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا (۱)

۱-۱۸ دوسرا مقصد اس کا کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا اور ان کی قوت و شوکت کو توڑنا تھا۔

## قَالَ الْمَلَأُ ۙ

## الْأَنْفَالِ ۙ

۱۹-۱۹ إِنَّ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا

نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَ لَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۙ ع

اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تمہارے سامنے آ موجود ہوا (۱) اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے اور تمہاری جمیت تمہارے ذرہ بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

۱۹-۱۹ ابو جہل وغیرہ رؤسائے قریش نے مکہ سے نکلتے وقت دعا کی تھی کہ ”اللہ ہم میں سے جو تیرا زیادہ نافرمان اور قاطع رحم ہے، کل کو تو اسے ہلاک کر دے“ اپنے طور پر وہ مسلمانوں کو قاطع رحم اور نافرمان سمجھتے تھے، اس لئے اس قسم کی دعا کی۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمادی تو اللہ تعالیٰ ان کافروں سے کہہ رہا ہے کہ فتح یعنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ طلب کر رہے تھے تو وہ فیصلہ تو سامنے آچکا ہے، اس لئے اب تم کفر سے باز آ جاؤ، تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر پھر تم دوبارہ مسلمانوں کے مقابلے میں آؤ گے تو ہم بھی دوبارہ ان کی مدد کریں گے اور تمہاری جماعت کثرت کے باوجود تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔

۲۰-۲۰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنهُ وَ أَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۙ

اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو سنتے جانتے ہوئے۔

۲۱-۲۱ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۙ اور تم ان لوگوں کی طرح

مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سنا تے کچھ نہیں (۱)

۲۲-۲۲ یعنی سن لینے کو باوجود، عمل نہ کرنا، یہ کافروں کا طریقہ ہے، تم اس رویے سے بچو۔ اگلی آیت میں

ایسے ہی لوگوں کو بہرہ، گونگا، غیر عاقل اور بدترین خلاق قرار دیا گیا ہے۔ دَوَّبٌ ، دَابَّةٌ کی جمع ہے،

قَالَ الْمَلَأُ ۙ

الْأَنْفَالِ ۙ

جو بھی زمین پر چلنے پھرنے والی چیز ہے وہ دابہ ہے۔ مراد مخلوقات ہے۔ یعنی یہ سب سے بدتر ہیں جو حق کے معاملے میں بہرے گونگے اور غیر عاقل ہیں۔

۲۲-۱ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۙ

بے شک بدترین خلائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے میں گونگے ہیں جو کہ (ذرا) نہیں سمجھتے (۱)

۲۲-۱ اس بات کو قرآن کریم میں دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَ لَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَ لَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَانُوا لَنَا نَعَامًا ۚ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُونَ﴾ (الاعراف، ۱۷۹) ان کے دل ہیں، لیکن ان سے سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں، لیکن ان سے دیکھتے نہیں اور ان کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں یہ چوپائے کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ یہ لوگ (اللہ سے) بے خبر ہیں۔

۲۲-۲ وَ لَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّآ سَمِعَهُمْ ط وَ لَوْ آ سَمِعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَ هُمْ مُعْرِضُونَ ۙ

اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتا (۱) اور اگر ان کو اب سنا دے تو ضرور روگردانی کریں گے بے رنجی کرتے ہوئے (۲)

۲۲-۳ یعنی ان کی سماع کو نافع بنا کر ان کو کو فہم صحیح عطا فرمایا دیتا، جس سے وہ حق کو قبول کر لینے اور اسے اپنا لیتے۔ لیکن چونکہ ان کے اندر خیر یعنی حق کی طلب ہی نہیں ہے، اس لئے وہ فہم صحیح سے محروم ہیں۔

۲۲-۳ پہلے سماع سے مراد سماع نافع ہے۔ اس دوسرے سماع سے مراد مطلق سماع ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ انہیں حق بات سنوا بھی دے تو چونکہ ان کے اندر حق کی طلب ہی نہیں ہے، اس لئے وہ بدستور اس سے اعراض کریں گے۔

۲۲-۴ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَ أ

قَالَ الْمَلَأُ ۙ

الْأَنْفَالُ ۙ

عَلَّمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۙ

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجلاؤ جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلا تے ہوں (۱) اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے (۲) اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

۲۳- لِمَا يُحْيِيكُمْ ایسی چیزوں کی طرف جس سے تمہیں زندگی ملے۔ بعض نے اس سے جہاد مراد لیا ہے کہ اس میں تمہاری زندگی کا سرو سامان ہے۔ بعض نے قرآن کے اوامر و نواہی اور احکام شرعیہ مراد لئے ہیں، جن میں جہاد بھی آجاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ اور رسول ﷺ کی بات مانو، اور اس پر عمل کرو، اسی میں تمہاری زندگی ہے۔

۲۴- یعنی موت وارد کر کے، جس کا مزہ ہر نفس کو چکھنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ تمہیں موت آجائے، اللہ اور رسول کی بات مان لو اور اس پر عمل کرو۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل کے جس طرح قریب ہے اس میں اسے بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

۲۵- وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَالْمُؤْمِنِينَ اللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۙ

اور تم ایسے وبال سے بچو! کہ جو خاص کر صرف ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں (۱) اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

۲۵- اس سے مراد یا تو بندوں کا ایک دوسرے پر تسلط ہے جو بلا تخصیص، عام و خاص پر ظلم کرتے ہیں، یا وہ عام عذاب ہیں جو کثرت بارش یا سیلاب وغیرہ اراضی و سماوی آفات کی صورت میں آتے ہیں اور نیک اور بد سب ہی ان سے متاثر ہوتے ہیں۔ یا بعض احادیث میں امر بالمعروف و نہی ترک کی وجہ سے

قَالَ الْمَلَأُ ۙ

الْأَنْفَالِ ۙ ۘ

عذاب کچھ وعید بیان کی گئی ہے، مراد ہے۔

۲۶- ﴿وَإِذْ كُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ

النَّاسُ فَأَوْكُمُ وَإَيْدِكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

اور اس حالت کو یاد کرو! جب کہ تم زمین میں قلیل تھے، کمزور شمار کئے جاتے تھے۔ اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم لوگ کوچ کھسوٹ نہ لیں، سو اللہ نے تم کو رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو (۱)۔

۲۶- اس میں مکی زندگی کے شدائد و خطرات کا بیان اور اس کے بعد مدنی زندگی میں مسلمان جس آرام و

راحت اور آسودگی سے بفضل الہی ہمکنار ہوئے، اس کا تذکرہ ہے۔

۲۷- ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ

تَعْلَمُونَ ۝

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (کے حقوق) میں جانتے ہوئے خیانت مت کرو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خیانت مت کرو (۱)۔

۲۷- اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت یہ ہے کہ جلوت میں اللہ اور رسول ﷺ کا تابع دار بن کر

رہے اور خلوت میں اس کے برعکس معصیت کار۔ اسی طرح یہ بھی خیانت ہے کہ فرائض میں سے کسی

فرض کا ترک اور نواہی میں سے کسی بات کا ارتکاب کیا جائے اور ایک شخص دوسرے کے پاس جو امانت

رکھواتا ہے اس میں خیانت نہ کرے۔ نبی ﷺ نے بھی امانت کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی

ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ اپنے اکثر خطبوں میں یہ ضرور ارشاد فرماتے تھے ”اس کا ایمان نہیں

جس کے اندر امانت کی پاسداری نہیں اور اس کا دین نہیں، جس کے اندر دین کی پابندی کا احساس نہیں۔

۲۸- ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّ مَوَالِكُمْ وَأَوْ لَا دُكُمُ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

## قَالَ الْمَلَأُ ۙ

## الأنفال ۸

اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے (۱) اور اس بات کو جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔

**۱-۲۸** مال اور اولاد کی محبت ہی عام طور پر انسان کو خیانت پر اور اللہ اور رسول کی اطاعت سے گریز پر مجبور کرتی ہے اس لئے ان کو فتنہ (آزمائش) قرار دیا گیا ہے، یعنی اس کے ذریعے سے انسان کی آزمائش ہوتی ہے کہ ان کی محبت میں امانت اور اطاعت کے تقاضے پورے کرتا ہے یا نہیں؟ اگر پورے کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اس آزمائش میں کامیاب ہے۔ بصورت دیگر ناکام۔ اس صورت میں یہی مال اور اولاد اس کے لئے عذاب الہی کا باعث بن جائیں گے۔

**۲-۲۹** يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَ يُغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ه

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

**۱-۲۹** تقویٰ کا مطلب ہے، اوامر الہی کی مخالفت اور اس کی منافی کے ارتکاب سے بچنا اور فرقان کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں مثلاً ایسی چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جاسکے۔ مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کی بدولت دل مضبوط، بصیرت تیز تر اور ہدایت کا راستہ واضح تر ہو جاتا ہے، جس سے انسان کو ہر ایسے موقع پر، جب عام انسان شک و شبہ کی وادیوں بھٹک رہے ہوں، صراط مستقیم کی توفیق مل جاتی ہے۔ علاوہ ازیں فتح اور نصرت اور نجات و مخرج بھی اس کے معنی کئے گئے ہیں۔ اور سارے ہی معانی مراد ہو سکتے ہیں، کیونکہ تقویٰ سے یقیناً یہ سارے ہی فوائد حاصل ہوتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ کفر، مغفرت گناہ اور فضل عظیم بھی حاصل ہوتا ہے۔

**۳-۳۰** وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيَثْبُوتُ أَوْ يُقْتُلُونَكَ أَوْ يُخْرِجُونَكَ ط وَيَمْكُرُونَ

قَالَ الْمَلَأُ ۙ

الأنفال ۸

وَيَمْكُرُ اللَّهُ ط وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ ه

اور اس واقع کا بھی ذکر کیجئے! جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں، یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں (۱) اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے (۲)۔

۳۰۔ یہ اس سازش کا تذکرہ جو رؤسائے مکہ نے ایک رات دارالندہ میں تیار کی تھی اور بالآخر یہ طے پایا تھا کہ مختلف قبیلوں کے نوجوانوں کو آپ کے قتل پر مامور کیا جائے تاکہ کسی ایک کو قتل کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے بلکہ ویت دیکر جان چھوٹ جائے۔

۳۱۔ چنانچہ اس سازش کے تحت ایک رات یہ نوجوان آپ کے گھر کے باہر اس انتظار میں کھڑے رہے کہ آپ ﷺ باہر نکلیں تو آپ کا کام تمام کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سازش سے آگاہ فرما دیا اور آپ ﷺ کے نکلنے کا پتہ ہی نہیں لگا، حتیٰ کہ آپ غار ثور میں پہنچ گئے۔ یہ کافروں کے مقابلے میں اللہ کی تدبیر تھی۔ جس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کر سکتا۔

۳۲۔ وَإِذْ اتْتَلَىٰ عَلَيْهِمْ أَيُّنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ه

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ دیں، یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں۔

۳۳۔ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ه

اور جب کہ ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دے۔

## قَالَ الْمَلَأُ ۙ

## الْأَنْفَالُ ۙ

۳۳- قَوْلًا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ط وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ه  
اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے (۱) اور اللہ ان کو عذاب  
نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں (۲)۔

۳۳- یعنی پیغمبر کی موجودگی میں قوم پر عذاب نہیں آتا، اس لحاظ سے آپ ﷺ کا وجود گرامی ان کے  
حفظ و امان کا سبب تھا۔

۳۳- اس سے مراد یہ ہے کہ آئندہ مسلمان ہو کر استغفار کریں گے، یا یہ کہ طوالت کرتے وقت مشرکین  
غُفْرَانَكَ رَبَّنَا غُفْرَانَكَ کہا کرتے تھے۔

۳۴- وَمَا لَهُمْ إِلَّا يَعْذِبُهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا  
أَوْلِيَاءَ هَ ط إِنَّ أَوْلِيَاءَ نُوَّالٍ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَ لَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ه  
اور ان میں کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سزا نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں، جب کہ وہ لوگ  
اس مسجد کے متولی نہیں۔ اس متولی تو سوا متقیوں کے اور اشخاص نہیں، لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں  
رکھتے (۱)

۳۴- یعنی وہ مشرکین اپنے آپ کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) کا متولی سمجھتے تھے اور اس اعتبار سے جس کو  
چاہتے طواف کی اجازت دیتے اور جس کو چاہتے نہ دیتے۔ چنانچہ مسلمانوں کو بھی وہ مسجد حرام میں آنے  
سے روکتے تھے دریں حالانکہ وہ اس کے متولی ہی نہیں تھے، زبردستی بنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا، اس کے متولی تو متقی افراد ہی بن سکتے ہیں نہ کہ مشرک۔ علاوہ ازیں اس آیت میں جس عذاب کا  
ذکر ہے، اس سے مراد فتح مکہ ہے جو مشرکین کے لئے عذاب عظیم رکھتا ہے۔ اس سے قبل کی آیت میں  
جس عذاب کی نفی ہے، جو پیغمبر کی موجودگی یا استغفار کرتے رہنے کی وجہ سے نہیں آتا، اس سے مراد عذاب  
استیصال اور ہلاکت کلی ہے۔



قَالَ الْمَلَأُ ۙ

الْأَنْفَالِ ۙ

۳۵- ؕ وَمَا كَانَ صَلَاةُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۙ

اور ان کی نماز کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا (۱) سوائے کفر کے سبب اس عذاب کا مزہ چکھو۔

۳۵- مشرکین جس طرح بیت اللہ کا ننگا طواف کرتے تھے، اسی طرح طواف کے دوران وہ انگلیاں منہ میں ڈال کر سیٹیاں اور ہاتھوں سے تالیاں بجاتے۔ اس کو بھی وہ عبادت اور نیکی تصور کرتے تھے۔

۳۶- ؕ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۙ

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے، پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے، پھر مغلوب ہو جائیں گے اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا (۱)۔

۳۶- جب قریش مکہ کو بدر میں شکست ہوئی اور ان کے شکست خوردہ اصحاب مکہ واپس گئے۔ ادھر سے ابوسفیان بھی اپنا تجارتی قافلہ لے کر وہاں پہنچ چکے تھے تو کچھ لوگ، جن کے باپ، بیٹے یا بھائی اس جنگ میں مارے گئے تھے، ابوسفیان اور جن کا تجارت سامان میں حصہ تھا، ان کے پاس گئے اور ان سے استدعا کی وہ اس مال کو مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے استعمال کریں۔ مسلمانوں نے ہمیں بڑا نقصان پہنچایا ہے اس لئے ان سے انتقامی جنگ یہ لوگ اللہ کے راستے لوگوں کو روکنے کے لئے اپنا مال خرچ کر لیں لیکن ان کے حصے میں سوائے حسرت اور مغلوبیت کے کچھ نہیں آئے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

۳۷- ؕ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ

قَالَ الْمَلَأُ ۙ

الْأَنْفَالُ ۙ

أُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۙ ع

تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے (۱) اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملادے، پس ان سب کو اکٹھا ڈھیر کر دے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے ایسے لوگ پورے خسارے میں ہیں۔

۱۳۷۔ یہ علیحدگی یا تو آخرت میں ہوگی کہ اہل سعادت کو اہل بد بخت سے الگ کر دیا جائے گا، جیسا کہ

فرمایا۔ ﴿وَأَمَّا زُوا الْيَوْمِ أَمْثَلُ الْمُجْرِمُونَ﴾ (سورت یس۔ ۵۹) اے گناہ گاروں! آج

الگ ہو جاؤ یعنی نیک لوگوں سے اور مجرموں سے یعنی کافروں، مشرکوں اور منافقوں کو اکٹھا کر کے

سب کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ یا پھر اس کا تعلق دنیا سے ہے۔ یعنی کافر اللہ کے راستے سے روکنے کے

لئے جو مال خرچ کر رہے ہیں، ہم ان کو ایسا کرنے کا موقع دیں گے تاکہ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ خبیث

کو طیب سے، کافر کو مومن سے اور منافق کو مخلص سے الگ کر دے۔ اس اعتبار سے آیت کے معنی ہونگے

کفار کے ذریعے سے ہم تمہاری آزمائش کریں گے، وہ تم سے لڑیں گے اور ہم انہیں ان کے مال بھی لڑائی

پر خرچ کرنے کی قدرت دیں گے تاکہ خبیث، طیب سے ممتاز ہو جائے۔ پھر وہ خبیث کو ایک دوسرے

سے ملادے گا یعنی سب کو جمع کر دے گا (ابن کثیر)

۳۸۔ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا آٰءَانٌ يَنْتَهُوْا يُغْفَرُ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يُعْوَدُوْا فَقَدْ مَضَتْ

سُنَّتُ الْاَوْلِيْنَ ۙ

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے! کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں

سب معاف کر دئے جائیں گے (۱) اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے تو (کفار) سابقین کے حق میں

قانون نافذ ہو چکا ہے (۲)۔

۳۸۔ باز آجانے کا مطلب، مسلمان ہونا ہے۔ جس طرح حدیث میں بھی ہے جس نے اسلام قبول

کر کے نیکی کا راستہ اپنا لیا، اس سے اس کے ان گناہوں کی باز پرس نہیں ہوگی جو اس نے جاہلیت میں کئے

## قَالَ الْمَلَأُ ۙ

## الْأَنْفَالُ ۙ

ہونگے اور جس نے اسلام لا کر بھی برائی نہ چھوڑی، اس سے اگلے پچھلے سب عملوں کا مواخذہ ہوگا (صحیح مسلم)

۲۳۸- یعنی اگر وہ اپنے کفر و عناد پر قائم رہے تو جلد یا بدیر عذاب الہی کے مورد بن کر رہیں گے۔

۳۹-۶ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونََ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ

اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۙ

اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے۔ (۱) اور دین اللہ کا ہی ہو جائے (۲) پھر اگر باز

آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے (۳)

۳۹-۱ اِنتِنَه سے مراد شرک ہے۔ یعنی اس وقت تک جہاد جاری رکھو، جب تک شرک کا خاتمہ نہ ہو جائے۔

۳۹-۲ یعنی اللہ کی توحید کا پرچار تمام عالم میں لہرا جائے۔

۳۹-۳ یعنی تمہارے لئے ان کا ظاہری اسلام ہی کافی ہے، باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دو، کیونکہ اُس

کو ظاہر و باطن ہر چیز کا علم ہے۔

۴۰-۶ وَإِن تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ط نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۙ

اور اگر روگردانی کریں (۱) تو یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے (۲) وہ بہت اچھا کارساز ہے اور

بہت اچھا مددگار۔

۴۰-۱ یعنی اسلام قبول نہ کریں اور اپنے کفر اور تمہاری مخالفت پر مصر رہیں۔

۴۰-۲ یعنی تمہارے دشمنوں پر تمہارا مددگار اور تمہارا حامی و محافظ ہے۔

۴۰-۳ پس کامیاب وہی ہوگا جس کا مولیٰ اللہ ہو، اور غالب بھی وہی ہوگا جس کا مددگار وہ ہوگا۔

توبہ	انفال	سورت	وَاعْلَمُوا ۱۰
۶۳۶	جاری	صفحہ	

۳۱- وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ أَمْنًا بِاللَّهِ وَمَا أُنذِرْنَا عَلَىٰ عِبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَىٰ الْجَمْعِينَ ط وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ه

جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو (۱) اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا، (۲) اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا (۳) جو دن حق اور باطل کی جدائی کا تھا (۴) جس دن دو فوجیں بھڑگئی تھیں۔

۳۱- غنیمت سے مراد وہ مال ہے جو کافروں سے، کافروں پر لڑائی میں فتح و غلبہ حاصل ہونے کے بعد حاصل ہو، پہلی امتوں میں اس کے لئے یہ طریقہ تھا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد کافروں سے حاصل کردہ سارا مال ایک جگہ ڈھیر کر دیا جاتا اور آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا کر بھسم کر ڈالتی۔ لیکن امت مسلمہ کے لئے یہ مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔ اور جو مال بغیر لڑائی کے صلح کے ذریعہ یا جزیہ و خراج سے وصول ہو اسے فسیء کہا جاتا ہے، تھوڑا ہو یا زیادہ، قیمتی ہو یا معمولی سب کو جمع کر کے اس کی حسب ضابطہ تقسیم کی جائے گی۔ کسی سپاہی کو اس میں سے کوئی چیز تقسیم سے قبل اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں۔

۳۱- اللہ کا لفظ تو بطور تبرک، نیز اس لئے ہے کہ ہر چیز کا اصل مالک وہی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے، مراد اللہ اور اس کے رسول کے حصہ سے ایک ہی ہے، یعنی سارے مال غنیمت کے پانچ حصے کر کے چار حصے تو ان مجاہدین میں تقسیم کئے جائیں گے جنہوں نے جنگ میں حصہ لیا۔ ان میں پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو تین گنا حصہ ملے گا۔ پانچواں حصہ، جسے عربی میں خمس کہتے ہیں، کہا جاتا کہ اس کے پھر پانچ حصے

## وَاعْلَمُوا ۱۰

## الأنفال ۸

کئے جائیں گے۔ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا (اور آپ ﷺ کے بعد اسے مفاد عامہ میں خرچ کیا جائے گا) جیسا کہ خود آپ ﷺ بھی یہ حصہ مسلمانوں پر ہی خرچ فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا بھی ہے ”میرا جو پانچواں حصہ ہے وہ بھی مسلمانوں کے مصالحوں پر ہی خرچ ہوتا ہے“ دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا، پھر یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا کہا جاتا ہے کہ یہ خمس حسب ضرورت خرچ کیا جائے۔

۳۲-۳۱ اس نزول سے مراد فرشتوں کا اور آیات الہی (معجزات وغیرہ) کا نزول ہے جو بدر میں ہوا۔  
۳۲-۳۱ بدر کی جنگ ۲ ہجری ۷ رمضان المبارک کو ہوئی۔ اس دن کو یوم الفرقان اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان پہلی جنگ تھی اور مسلمانوں کو فتح و غلبہ دے کر واضح کر دیا گیا کہ اسلام حق ہے اور کفر شرک باطل ہے۔

۳۲-۳۱ اِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدَّةِ وَالدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدَّةِ وَالْقُصُوفِ وَالزَّكْبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ ط وَ لَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ لَا وَ لَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ه

جب کہ تم پاس والے کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے (۱) اور قافلہ تم سے نیچے تھا (۲) اگر تم آپس میں وعدے کرتے تو یقیناً تم وقت معین پر پہنچنے میں مختلف ہو جاتے (۳) لیکن اللہ کو تو ایک کام کر کے ہی ڈالنا تھا جو مقرر ہو چکا تھا تاکہ جو ہلاک ہو اور جو زندہ رہے، وہ بھی دلیل پر (حق پہچان کر) زندہ رہے (۴) بے شک اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

۳۲-۳۱ اِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدَّةِ وَالدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدَّةِ وَالْقُصُوفِ وَالزَّكْبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ ط وَ لَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ لَا وَ لَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ه

۳۲-۳۱ اِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدَّةِ وَالدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدَّةِ وَالْقُصُوفِ وَالزَّكْبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ ط وَ لَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ لَا وَ لَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ه

۳۲-۳۱ اِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدَّةِ وَالدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدَّةِ وَالْقُصُوفِ وَالزَّكْبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ ط وَ لَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ لَا وَ لَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ه

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

حاصل کرنے کے لئے ہی دراصل مسلمان اس طرف آئے تھے۔ یہ پہاڑ سے بہت دور مغرب کی طرف نشیب میں تھا، جب کہ بدر کا مقام، جہاں جنگ ہوئی، بلندی پر تھا۔

۲۲-۳ یعنی اگر جنگ کے لئے باقاعدہ دن اور تاریخ کا ایک دوسرے کے ساتھ وعدہ یا اعلان ہوتا تو ممکن بلکہ یقین تھا کہ کوئی فریق لڑائی بغیر ہی پسپائی اختیار کر لیتا لیکن چونکہ اس جنگ کا ہونا اللہ نے لکھ رکھا تھا اس لئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے گئے کہ دونوں فریق بدر کے مقام پر ایک دوسرے کے مقابل بغیر پیشگی وعدہ و عید کے، صف آرا ہو جائیں۔

۲۲-۴ یہ علت ہے اللہ کی اس تقدیری مشیت کی جس کے تحت بدر میں فریقین کا اجتماع ہوا، تاکہ جو ایمان پر زندہ رہے تو وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور اسے یقین ہو کہ اسلام حق ہے کیونکہ اس کی حقانیت کا مشاہدہ وہ بدر میں کر چکا ہے اور جو کفر کے ساتھ ہلاک ہو تو بھی دلیل کے ساتھ ہلاک ہو کیونکہ اس پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ مشرکین کا راست گمراہی اور باطل کا راستہ ہے۔

۲۳-۵ اِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي مَنَاكَ قَلِيلاً ط وَ لَوْ اَرَكُمُ كَثِيْرًا لَفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَارَ عْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ه

جب کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی، اگر ان کی زیادتی دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے اور اس کام کے بارے میں آپس میں اختلاف کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا وہ دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے (۱)۔

۲۳-۱ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو خواب میں کافروں کی تعداد تھوڑی دکھائی اور وہی تعداد آپ نے صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمائی، جس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے تھے، اگر اس کے برعکس کافروں کی تعداد زیادہ دکھائی جاتی تو صحابہ میں باہمی اختلاف کا اندیشہ تھا۔ لیکن اللہ نے ان دونوں باتوں سے بچالیا۔

۲۳-۲ وَاِذْ يُرِيكُمُوْهُمْ اِذِ التَّقِيْتُمْ فِيْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ

وَاعْلَمُوا ۱۰

الْأَنْفَال ۸

اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُورًا لَا طَوْلَ لِلَّهِ تَزَجُّعُ الْأُمُورِ ه ع

جب اس نے بوقت ملاقات انہیں تمہاری نگاہوں میں بہت کم دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں کم دکھائے (۱) تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک پہنچادے جو کرنا ہی تھا (۲) اور سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔

۱۲۳ تاکہ وہ کافر بھی تم سے خوف کھا کر پیچھے نہ ہٹیں، پہلا واقعہ خواب کا تھا اور یہ دکھلانا عین قتال کے وقت تھا، جیسا کہ الفاظ قرآنی سے واضح ہے۔ تاہم یہ معاملہ ابتدا میں تھا، لیکن جب باقاعدہ لڑائی شروع ہوگئی تو پھر کافروں کو مسلمان اپنے سے دوگنا نظر آتے تھے، جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ بعد میں زیادہ دکھانے کی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ کثرت دیکھ کر ان کے اندر مسلمانوں کا خوف اور دہشت بیٹھ جائے، جس سے ان کے اندر بزدلی اور پست ہمتی پیدا ہو، اس کے برعکس پہلے کم دکھانے میں حکمت یہ تھی کہ وہ لڑنے سے گریز نہ کریں۔

۱۲۴ اس سب کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہوا تھا، وہ پورا ہو جائے۔ اس لئے اس نے اس کے اسباب پیدا فرمادے۔

۲۵- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ه

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کی یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو (۱)

۱۲۵ اب مسلمانوں کو لڑائی کے وہ آداب بتائے جا رہے ہیں جن کو دشمن کے مقابلے کے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات ثبات قدمی اور استقلال ہے، کیونکہ اس کے بغیر میدان جنگ میں ٹھہرنا ممکن ہی نہیں ہے تاہم اس سے تحریف اور تحیز کی وہ دونوں صورتیں مستثنیٰ ہوں گی جن کی پہلے

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

وضاحت کی جا چکی ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ ثبات قدمی کے لئے بھی تحریف یا حیرت ناگزیر ہوتا ہے۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔ تاکہ مسلمان اگر تھوڑے ہوں تو اللہ کی مدد کے طالب رہیں اور اللہ بھی کثرت ذکر کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ رہے اور اگر مسلمان تعداد میں زیادہ ہوں تو کثرت کی وجہ سے ان کے اندر عجب اور غرور پیدا نہ ہو، بلکہ اصل توجہ اللہ کی امداد پر ہی رہے۔

۲۶- ﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَصَبِرُوا ط

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ه

اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (ا)

۲۶- تیسری ہدایت، اللہ اور رسول کی اطاعت، ظاہر بات ہے ان نازک حالات میں اللہ اور رسول کی

نافرمانی کتنی سخت خطرناک ہو سکتی ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کے لئے ویسے تو ہر حالت میں اللہ اور

رسول کی اطاعت ضروری ہے۔ تاہم میدان جنگ میں اس کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے اور اس موقع پر

تھوڑی سی بھی نافرمانی اللہ کی مدد سے محرومی کا باعث بن سکتی ہے۔ چوتھی ہدایت کہ آپس میں تنازع اور

اختلاف نہ کرو، اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور ہوا اکھڑ جائے گی۔ نبی ﷺ نے بھی ایک حدیث میں

فرمایا لوگو! دشمن سے مدد بھیڑ کر آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت مانگا کرو تاہم جب کبھی دشمن سے لڑائی

کا موقع پیدا ہو جائے تو صبر کرو (یعنی جم کر لڑو) اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔ (صحیح بخاری)

۲۷- ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ه

ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اترتے ہوئے اور لوگوں میں خود نمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ

کی راہ سے روکتے تھے (ا) جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ سے گھیر لینے والا ہے۔



وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

۲۷- مشرکین مکہ، جب اپنے قافلے کی حفاظت اور لڑائی کی نیت سے نکلے، تو بڑے اتراتے اور فخر و غرور کرتے ہوئے نکلے، مسلمانوں کو اس کافرانہ شیوے سے روکا گیا ہے۔

۲۸- وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَاءَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ فَلَمَّا تَرَ آيَاتِ الْفِتْنِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ۲۸

جبکہ ان کے اعمال کو شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آسکتا خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے (۲) میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۳) اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے (۴)۔

۲۸- مشرکین جب مکہ سے روانہ ہوئے تو انہیں اپنے حریف قبیلے بنی بکر بن کنانہ سے اندیشہ تھا کہ وہ پیچھے سے انہیں نقصان نہ پہنچائے چنانچہ شیطان سراقہ بن مالک کی صورت بنا کر آیا، جو بنی بکر بن کنانہ کے ایک سردار تھے، اور انہیں نہ صرف فتح و غلبہ کی بشارت دی بلکہ اپنی حمایت کا بھی پورا یقین دلایا۔ لیکن جب ملائکہ کی صورت میں امداد الہی اسے نظر آئی تو ایڑیوں کے بل کھڑا ہوا۔

۲۸- اللہ کا خوف تو اس کے دل میں کیا ہوتا تھا؟ تاہم اسے یقین ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کو اللہ کی خاص مدد حاصل ہے مشرکین ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔

۲۸- ممکن ہے یہ شیطان کے کلام کا حصہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے جملہ مستافحہ ہو۔

۲۹- إِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّهُمْ ۗ إِنَّ دِينَهُمْ ط وَ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ ۲۹

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

جب منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے دلوں میں روگ تھا (۱) کہ انہیں تو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے (۲) جو بھی اللہ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ بلاشک و شبہ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔

۴۹- اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور مسلمانوں کی کامیابی کے بارے میں انہیں شک تھا، یا اس سے مراد مشرکین ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مدینہ میں رہنے والے یہودی مراد ہوں۔

۴۹- یعنی ان کی تعداد تو دیکھو اور سروسامان جو حال ہے، وہ بھی ظاہر ہے۔ لیکن مقابلہ کرنے چلے ہیں مشرکین مکہ سے، جو تعداد میں بھی ان سے کہیں زیادہ ہیں اور ہر طرح کا سامان حرب اور وسائل سے مالا مال بھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دین نے ان کو دھوکے اور فریب میں ڈال دیا ہے۔ اور یہ موٹی سی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آرہی۔

۵۰- وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوَّهُمْ وَاَذْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۵

کاش کہ تو دیکھتا جب کہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں ان کے منہ پر اور سرینوں پر مارتے ہیں (اور کہتے ہیں) تم جلنے کا عذاب چکھو (۱)

۵۰- بعض مفسرین نے اسے جنگ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کی بابت قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب مشرکین مسلمانوں کی طرف آتے تو مسلمان ان کے چہروں پر تلواریں مارتے، جس سے بچنے کے لئے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے تو فرشتے ان کی دبروں پر تلواریں مارتے، لیکن یہ آیت عام ہے جو ہر کافر و مشرک کو شامل ہے اور مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت فرشتے ان کے منہوں اور پشتوں (یا دبروں یعنی چوڑوں) پر مارتے ہیں، جس طرح سورہ انعام میں بھی فرمایا: ﴿وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا اَيْدِيَهُمْ﴾ (آیت-۹۳) فرشتے ان کو مارنے کے لئے ہاتھ دراز کرتے ہیں

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

۵۱- ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَ أَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ه

یہ سب ان ان کاموں کے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی بھیج رکھا ہے بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (۱)

۵۱- یہ ضرب و عذاب تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں، بلکہ وہ تو عادل ہے جو ہر قسم کے ظلم و جور سے پاک ہے، حدیث قدسی میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم حرام کیا ہے اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو میں نے شمار کر کے رکھے ہوئے ہیں، پس جو اپنے اعمال میں بھلائی پائے۔ اس پر اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے برعکس پائے تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے (صحیح مسلم)

۵۲- كَذَّابِ اِلٍ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

بِذُنُوْبِهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدٌ الْعِقَابِ ه

مثل فرعونوں کے حال کے اور ان سے انگوں کے (۱) کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا پس اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑ لیا اللہ تعالیٰ یقیناً قوت والا اور سخت عذاب والا ہے۔

۵۲- اَذَانِبٍ کے معنی ہیں عادت۔ کافر تشبیہ کے لئے ہے۔ یعنی ان مشرکین کی عادت یا حال، اللہ

کے پیغمبروں کے جھٹلانے میں، اسی طرح ہے۔ جس طرح فرعون اور اس سے قبل دیگر منکرین کی عادت یا حال تھا۔

۵۳- ذَٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا اَنْفُسِهِمْ ۙ

وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ه

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی (۱) اور یہ کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

۱۵۳- اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم کفرانِ نعمت کا راستہ اختیار کر کے اور اللہ تعالیٰ کے

احکام سے اعراض کر کے اپنے احوال و اخلاق کو نہیں بدل لیتی، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کا دروازہ

بند نہیں فرماتا۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے اپنی نعمتیں سلب فرما لیتا ہے۔ اور اللہ

تعالیٰ کے انعامات کا مستحق بننے کے لئے ضروری ہے کہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ گویا تبدیلی کا

مطلب یہی ہے کہ قوم گناہوں کو چھوڑ کر اطاعتِ الہی کا راستہ اختیار کرے۔

۱۵۴- كَذَّبَ ابُ الْفِرْعَوْنَ لَا وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ

بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا الْفِرْعَوْنَ وَكُلَّ كَانُوا ظَالِمِينَ ه

مثلاً حالتِ فرعونیوں کے اور ان سے پہلے کے لوگوں کے کہ انہوں نے اپنے رب کی باتیں جھٹلائیں۔ پس

ان کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں برباد کیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا۔ یہ سارے ظالم تھے (۱)

۱۵۴- یہ اس بات کی تاکید ہے جو پہلے گزری، البتہ اس میں ہلاکت کی صورت کا اضافہ ہے کہ انہیں غرق

کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ واضح کر دیا کہ اللہ نے ان کو غرق کر کے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ یہ خود ہی اپنی جانوں

پر ظلم کرنے والے تھے۔ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا ﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴾ (حم سجدہ ۴۶)

۱۵۵- إِنَّ شَرَّ اللَّذِّ وَآبٍ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ه

تمام جانداروں سے بدتر، اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کریں، پھر وہ ایمان نہ لائیں (۱)۔

۱۵۵- اَشْرُّ النَّاسِ (لوگوں میں سب سے بدتر) کے بجائے انہیں شَرَّ اللَّذِّ وَآبٍ کہا گیا ہے۔

جو لغوی معنی کے لحاظ سے تو انسانوں اور چوپایوں وغیرہ سب پر بولا جاتا ہے۔ لیکن عام طور پر اس کا

استعمال چوپایوں کے لئے ہوتا ہے۔ گویا کافروں کا تعلق انسانوں سے ہی نہیں۔ کفر کا ارتکاب کر کے وہ

جانور بلکہ جانوروں میں بھی سب سے بدتر جانور بن گئے ہیں۔

وَاعْلَمُوا آ ۱۰

الأنفال ۸

۵۶- الَّذِينَ عَاهَدتْ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ه

جن سے تم نے عہد پیمان کر لیا پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے (۱)

۱-۵۶ یہ کافروں ہی کی ایک عادت بیان کی گئی ہے کہ ہر بار نقض عہد کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کے نتائج سے ذرا نہیں ڈرتے۔ بعض لوگوں نے اس سے یہودیوں کے قبیلے بنو قریظ کو مراد لیا ہے، جن سے رسول اللہ ﷺ کا یہ معاہدہ تھا کہ وہ کافروں کی مدد نہیں کریں گے لیکن انہوں نے اس کی پاسداری نہیں کی۔

۵۷- فَاِذَا مَا تَثَقَّفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرَّ دُبِّهِمْ مَنْ خَلَفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ ه

پس جب کبھی تو لڑائی میں ان پر غالب آجائے انہیں ایسی مار مار کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں (۱) ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کریں۔

۱-۵۷ شَرَّ دُبِّهِمْ کا مطلب ہے کہ ان کو ایسی مار مار کہ جس سے ان کے پیچھے، ان کے حمایتیوں اور ساتھیوں میں بھگدڑ مچ جائے، حتیٰ کہ وہ آپ کی طرف اس اندیشے سے رخ ہی نہ کریں کہ کہیں ان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو ان کے پیش روؤں کا ہوا۔

۵۸- وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

الْخَائِنِينَ ه ع

اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے (۱) اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا (۲)۔

۱-۵۸ خیانت سے مراد ہے معاہدہ قوم سے نقض عہد کا خطرہ اور (برابری کی حالت میں) کا مطلب

ہے کہ انہیں باقاعدہ مطلع کیا جائے کہ آئندہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں۔ تاکہ دونوں

وَاعْلَمُوا آ ۱۰

الأنفال ۸

فریق اپنے اپنے طور پر اپنی حفاظت کے ذمہ دار ہوں، کوئی ایک فریق لاعلمی اور مغالطے میں نہ مارا جائے۔

۲۵۸ یعنی یہ نقص عہد اگر مسلمانوں کی طرف سے بھی ہو تو یہ خیانت ہے جسے اللہ پسند نہیں فرماتا۔ حضرت معاویہؓ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا جب معاہدے کی مدت ختم ہونے کے قریب آئی تو حضرت معاویہؓ نے روم کی سرزمین کے قریب اپنی فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ مقصد یہ تھا کہ معاہدے کی مدت ختم ہوتے ہی رومیوں پر حملہ کر دیا جائے اور عمر بن عبدؓ کے علم میں یہ بات آئی تو انہوں نے ایک حدیث رسول بیان فرمائی اور اس معاہدے کی خلاف ورزی قرار دیا جس پر حضرت معاویہؓ نے اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔

۵۹-۶۰ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۗ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۗ كَافِرِيہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے۔ یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے۔

۶۰-۶۱ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ ۚ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۗ

تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھرقوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی (۱) کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں خوب جان رہا ہے جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں صرف کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا۔

۶۰-۶۱ فُوَّة کی تفسیر نبی ﷺ سے ثابت ہے یعنی تیر اندازی کیونکہ اس دور میں یہ بہت بڑا جنگی ہتھیار تھا اور نہایت اہم فن تھا، جس طرح گھوڑے جنگ کے لئے ناگزیر ضرورت تھے، جیسا کہ آیت سے واضح

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

ہے۔ لیکن اب تیر اندازی اور گھوڑوں کی جنگی اہمیت اور افادیت و ضرورت باقی نہیں رہی اس لئے ﴿وَعِدُّ وَاللَّهُمَّ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ کے تحت آج کل کے جنگی ہتھیار (مثلاً میزائل، ٹینک، بم اور جنگی جہاز اور بحری جنگ کے لئے آبدوزیں وغیرہ) کی تیاری ضروری ہے۔

۶۱- وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ پر بھروسہ رکھ (۱) یقیناً وہ سنے جانے والا ہے

۶۲- اگر حالات جنگ کے بجائے صلح کے متقاضی ہوں اور دشمن بھی مائل بہ صلح ہو تو صلح کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر صلح سے دشمن کا مقصد دھوکا اور فریب ہو، تب بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں، اللہ پر بھروسہ رکھیں، یقیناً اللہ دشمن کے فریب سے بھی محفوظ رکھے گا، اور وہ آپ کو کافی ہے۔ لیکن صلح کی یہ اجازت ایسے حالات میں ہے جب مسلمان کمزور ہوں اور صلح میں اسلام اور مسلمان کا مفاد ہو لیکن جب اس کے برعکس ہو، مسلمان قوت و وسائل میں ممتاز ہوں اور کافر کمزور تو اس صورت میں صلح کی بجائے کافروں کی قوت کو توڑنا ضروری ہے۔

۶۲- وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۖ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِبَنَصِرِهِ وَبِأَلْمُتَّوِّمِينَ ۝

لُمْتُو مِينِ ۝

اگر وہ تجھ سے دغا بازی کرنا چاہیں گے تو اللہ تجھے کافی ہے، اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے تیری تائید کی ہے۔

۶۳- وَاللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۖ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ۖ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے، زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا۔ یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے (۱) وہ غالب حکمتوں والا ہے۔

۱۲۳۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مومنوں پر جو احسانات فرمائے، ان میں سے ایک بڑے احسان کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ یہ کہ نبی ﷺ کی مومنین کے ذریعے سے مدد فرمائی، وہ آپ کے دست بازو اور محافظ و معاون بن گئے۔ مومنین پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے درمیان پہلے جو عداوت تھی، اسے محبت و الفت میں تبدیل فرمادیا، پہلے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اب ایک دوسرے کے جانثار بن گئے، پہلے ایک دوسرے کے دلی دشمن تھے اب آپس میں رحیم و شفیق ہو گئے (صحیح بخاری)

۱۲۴۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۵ اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کو جو تیری پیروی کر رہے ہیں۔

۱۲۵۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۵

اے نبی! ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ (۱) اگر تم میں بیس بھی صبر والے ہونگے، تو وہ سو پر غالب رہیں گے۔ اور اگر تم ایک سو ہونگے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے (۲) اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں۔

۱۲۶۔ رغبت دلانا اور شوق پیدا کرنا۔ چنانچہ اس کے مطابق نبی ﷺ جنگ سے قبل صحابہ کو جہاد کی ترغیب دیتے اور اس کی فضیلت بیان فرماتے۔ جیسا کہ بدر کے موقع پر، جب مشرکین اپنی بھاری تعداد اور بھرپور وسائل کے ساتھ میدان میں آ موجود ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا "ایسی جنت میں داخل ہونے کے لئے کھڑے ہو جاؤ، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے" ایک صحابی عمیر بن



وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

حمام نے کہا اس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر؟ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس پر نوح کہا یعنی خوشی کا اظہار کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ میں جنت میں جانے والوں میں سے ہوں گا آپ ﷺ نے فرمایا تم اس میں جانے والوں میں سے ہو گے، چنانچہ انہوں نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر جو بچیں ہاتھ سے پھینک دیں اور، ان کے کھانے تک میں زندہ رہا تو یہ طویل زندگی ہوگی، پھر آگے بڑھے اور داد شجاعت دینے، حتیٰ کہ عروس شہادت سے ہمکنار ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم)

۲۶۵ یہ مسلمانوں کے لئے بشارت ہے کہ تمہارے ثابت قدمی سے لڑنے والے بیس مجاہد دوسو اور ایک ہزار پر غالب رہیں گے۔

۲۶۶ اَللّٰنُ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فَيْكُمْ ضَعْفًا ۙ فَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفَيْنِ ۙ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اچھا اب اللہ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے، پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے (۱) اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۲)

۲۶۷ پچھلا حکم صحابہ رضی اللہ عنہم پر گراں گزرا، کیونکہ اس کا مطلب تھا ایک مسلمان دس کافروں کے لئے، بیس دوسو کے لئے اور سو ایک ہزار کے لئے کافی ہیں اور کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کی اتنی تعداد ہو تو جہاد فرض اور اس سے گریز ناجائز ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرما کر ایک اور دس کا تناسب کم کر کے ایک اور دو کا تناسب کر دیا (صحیح بخاری)؛ تفسیر سورہ الانفال، اب اس تناسب پر جہاد ضروری اور اس سے کم پر غیر ضروری ہے۔

۲۶۸ یہ کہہ کر صبر و ثبات قدمی کی اہمیت بیان فرمادی کہ اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے اس کا اہتمام

ضروری ہے۔

۶۷- مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُكُونَ لَهٗ آسْرٌ حَتَّىٰ يُثَخِّنَ فِي الْأَرْضِ ط تُرِيدُونَ عَرَصَ  
الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۖ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ه

نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہیں جب تک کہ ملک میں اچھی خون ریزی کی جنگ نہ ہو جائے۔ تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے (۱) اور اللہ زور آور باحکمت ہے۔

۶۷-۱ جنگ بدر میں ستر کا فر مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنائے گئے، یہ کفر و اسلام کا چونکہ پہلا معرکہ تھا۔ اس لئے قیدیوں کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے؟ ان کی بابت احکام پوری طرح واضح نہیں تھے چنانچہ نبی ﷺ نے ان ستر قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ ان کو قتل کر دیا جائے یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے؟ جواز کی حد تک دونوں ہی باتوں کی گنجائش تھی۔ اس لئے دونوں ہی باتیں زیر غور آئیں۔ لیکن دفعہ جواز اور عدم جواز سے قطع نظر حالات و ظروف کے اعتبار سے زیادہ بہتر صورت اختیار کرنے کی تھی۔ لیکن جواز کو سامنے رکھتے ہوئے کم تر صورت اختیار کر لی گئی، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب نازل ہوا۔ مشورے میں حضرت عمرؓ وغیرہ نے مشورہ دیا کہ کفر کی قوت و شوکت توڑنے کے لئے ضروری ہے کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے، کیونکہ یہ کفر اور کافروں کے سرغننے ہیں، یہ آزاد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زیادہ سازشیں کریں گے۔ جبکہ حضرت ابو بکرؓ کی رائے اس سے برعکس تھی کہ فدیہ لیکر انہیں چھوڑ دیا جائے اور اس مال سے آئندہ جنگ کی تیاری کی جائے نبی ﷺ نے بھی اسی رائے کو پسند فرمایا جس پر یہ اور اس کے بعد کی آیات نازل ہوئیں۔ جب کفر کا غلبہ ختم ہو گیا تو قیدیوں کے بارے میں امام وقت کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ چاہے تو قتل کر دے، فدیہ لے کر چھوڑ دے یا مسلمان قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لے اور چاہے تو ان کو غلام بنالے، حالات کے مطابق کوئی بھی صورت اختیار کرنا جائز ہے۔

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

۶۸- لَوْ لَا كَتَبَ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لِمَسْكُمْ فِيمَا آخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ه

اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی (۱) تو جو کچھ تم نے لے لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔

۶۸-۱ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ لکھی ہوئی بات کیا تھی بعض نے کہا اس سے مال غنیمت کی حال مراد ہے یعنی چونکہ یہ نوشتہ تقدیر تھا کہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت حلال ہوگا، اس لئے تم نے فدیہ لے کر ایک جائز کام کیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو فدیہ لینے کی وجہ سے تمہیں عذاب عظیم پہنچتا۔ بعض نے اہل بدر کی مغفرت اس سے مراد لی ہے، بعض نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کو عذاب میں مانع ہونا مراد لیا ہے وغیرہ۔

۶۹- فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ه ع

پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے، خوب کھاؤ پیو (۱) اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے۔

۶۹-۱ اس میں مال غنیمت کی حلال و پاکیزگی کو بیان کر کے فدیہ کا جواز بیان فرمایا دیا گیا ہے۔ جس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ ”لکھی ہوئی بات“ سے مراد شاید یہی مال غنیمت ہے

۷۰- يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي آيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ لَا إِنَّ يَعْْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرٌ أَيْتُوكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَغَفِرَ لَكُمْ ط وَ اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ه

اے نبی! اپنے ہاتھ تلے کے قیدیوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا (۱) تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا (۲) اور پھر گناہ معاف فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۷۰-۱ یعنی ایمان و اسلام لانے کی نیت اور اسے قبول کرنے کا جذبہ۔

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

۱۰-۷ یعنی جو فدیہ تم سے لیا گیا، اس سے بہتر تمہیں اللہ تعالیٰ قبول اسلام کے بعد عطا فرمادے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت عباسؓ وغیرہ جو ان قیدیوں میں تھے، مسلمان ہو گئے تو اس کے بعد اللہ نے انہیں دینی مال و دولت سے بھی خوب نوازا۔

۱۰-۸ وَإِنْ يُرِيدُ وَاحِيَا نَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ه

اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا خیال کریں گے تو یہ اس سے پہلے خود اللہ کی خیانت کر چکے ہیں آخر اس نے انہیں گرفتار کر دیا (۱) اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

۱۰-۹ یعنی زبان سے تو اظہار اسلام کر دیں لیکن مقصد دھوکا دینا ہو، تو اس سے قبل انہوں نے کفر و شرک کا ارتکاب کر کے کیا حاصل کیا؟ یہی کہ وہ مسلمانوں کے قیدی بن گئے، اس لئے آئندہ بھی اگر وہ شرک کے راستہ پر قائم رہے تو اس سے مزید ذلت و رسوائی کے سوا انہیں کچھ اور نہیں ہوگا۔

۱۰-۱۰ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَا جَرُّوا وَ جَهْدٌ وَ أَبَا مَوَالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَا وَ نَصَرُوا أُو لِيَاءُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ لَمْ يَهَا جَرُّوا أَمْالِكُمْ مِنْ وَ لَا يَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يَهَا جَرُّوا وَ إِنِ اسْتَنْصَرُواكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ وَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِثَاقٌ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ه

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا (۱) اور جن لوگوں نے ان کو پناہ دی اور مدد کی (۲) یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے فریق ہیں (۳) اور جو ایمان لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تو تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں (۴) ہاں اگر وہ دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے (۵) سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمانہ ہے (۶) تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ خوب دیکھتا ہے۔

وَاعْلَمُوا ۱۰

الأنفال ۸

۱-۷۲۔ یہ صحابہ مہاجرین کہلاتے ہیں جو فضیلت میں صحابہ میں اول نمبر پر ہیں۔

۲-۷۲۔ یہ انصار کہلاتے ہیں۔ یہ فضیلت میں دوسرے نمبر پر ہیں۔

۳-۷۲۔ یعنی ایک دوسرے کے حمایتی اور مددگار ہیں اور بعض نے کہا کہ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

جیسا کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کے درمیان رشتہء اخوت قائم فرمادیا تھا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنتے تھے (بعد میں وارثت کا حکم منسوخ ہو گیا)

۴-۷۲۔ یہ صحابہ کی تیسری قسم ہے جو مہاجرین و انصار کے علاوہ ہیں۔ یہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے ہی علاقوں اور قبیلوں میں مقیم رہے۔ اس لئے فرمایا کہ تمہاری حمایت یا وراثت کے وہ مستحق نہیں۔

۵-۷۲۔ مشرکین کے خلاف اگر ان کو تمہاری مدد کی ضرورت پیش آجائے تو پھر ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔

۶-۷۲۔ ہاں اگر وہ تم سے ایسی قوم کے خلاف مدد کے خواہش مند ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان صلح اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے تو پھر ان مسلمانوں کی حمایت کے مقابلے میں، معاہدے کی پاسداری زیادہ ضروری ہے۔

۷-۷۲۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوا هُ تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادًا كَبِيرًا ه

کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہو جائے گا (۱)

۸-۷۳۔ یعنی جس طرح کافر ایک دوسرے کے دوست اور حمایتی ہیں اس طرح اگر تم نے بھی ایمان کی بنیاد پر ایک دوسرے کی حمایت اور کافروں سے عدم موالات نہ کی، تو پھر بڑا فتنہ اور فساد ہوگا اور یہ کہ مومن اور کافر کا باہمی میل جول اور محبت اور باہمی اتحاد کا مشابہ ہونا ٹھیک نہ ہوگا۔

۹-۷۳۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَا جَرُّوا وَجَهْدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا

الأنفال ۸

وَاعْلَمُوا ۱۰

أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَوَمَّنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۵

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی (۱)۔

۴۴۔ یہ مہاجرین و انصار کے انہی دو گروہوں کا تذکرہ ہے، جو پہلے بھی گزرا ہے۔ یہاں دوبارہ ان کا ذکر ان کی فضیلت کے سلسلے میں ہے۔ جب کہ پہلے ان کا ذکر آپس میں ایک دوسرے کی حمایت و نصرت کی وجہ بیان کرنے کے لئے تھا۔

۴۵۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنَّا بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَهْدُوا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنكُمْ وَأُولُو

الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّا اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۵ ع

اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔ پس یہ لوگ بھی تم میں سے ہی ہیں (۱) اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کے حکم میں (۲) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۴۵۔ یہ ایک چوتھے گروہ کا ذکر ہے جو فضیلت میں پہلے دو گروہوں کے بعد اور تیسرے گروہ سے (جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی) پہلے ہے۔

۴۵۔ اخوت یا حلف کی بنیاد پر وراثت میں جو حصہ دار بنتے تھے، اس آیت سے اس کو منسوخ کر دیا گیا

اب وراثت صرف وہی ہونگے جو نسبی اور سرسالی رشتوں میں منسلک ہونگے۔ اللہ کے حکم کی مراد یہ ہے کہ لوح محفوظ میں اصل حکم یہی تھا۔ لیکن اخوت کی بنیاد پر عارضی طور پر ایک دوسرے کا وارث بنا دیا گیا تھا، جو اب ضرورت ختم ہونے پر غیر ضروری ہو گیا اور اصل حکم نافذ کر دیا گیا۔

☆ وجہ تسمیہ: اس کے مفسرین نے متعدد نام ذکر کئے ہیں لیکن زیادہ مشہور دو ہیں۔ ایک توبہ اس لئے اس میں بعض مومنین کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے۔ دوسرا برائت اسمیں مشرکوں سے براءت کا اعلان عام ہے۔